

## 163057-اپنی طلاق شدہ بیوی کو اس شرط پر واپس لانا کہ وہ اپنے حق و طلبی اور بیت سے مستبردار ہو جائے

### سوال

میرے اور میری بیوی کے مابین بہت بڑی مشکل اور اختلاف پیدا ہوا جو بالآخر طلاق پر منجع ہوا یہ پہلی طلاق تھی ہماری ایک برس اور چار ماہ کی یعنی بھی ہے، اس وقت بیوی حاملہ ہے معاملہ بیوی سے نفرت تک جا پہنچا ہے اس لیے اب بیوی سے رجوع کرنا بہت مشکل محسوس ہوتا ہے۔

لیکن مجھے اپنی اولاد کے مستقبل کا خطرہ لگا رہتا ہے تو کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنی بیوی کو یہ پیشکش کروں کہ ایک شرط پر میں رجوع کروں گا کہ تمیں نان و نفقة کے علاوہ کچھ نہیں دوں گا، تاکہ اپنی اولاد کی تربیت کر سکیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں اور دوسری شادی کر لوں۔

اگر وہ اس پر منتفق ہو جائے تو کیا اس اتفاق پر بیوی سے رجوع کرنے کے لیے دو گواہ بنانا ضروری ہوں گے؟

### پسندیدہ جواب

#### اول:

خاوند کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اس شرط پر صلح کر لے کہ بیوی اپنی باری اور حق بیت یا پھر نان و نفقة یا کوئی دوسرا حق چھوڑ کر اس سے مستبردار ہو جائے، یعنی اسے خاوند اپنے نکاح میں ہی رکھے اور اسے طلاق مت دے۔

کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کافرمان ہے :

﴿اُر اگر کسی حورت کو اپنے خاوند کی بد داشتی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، اور صلح بہت بہتر چیز ہے، طلاق بہرہ نفس میں شامل کر دی گئی ہے، اگر تم لپھا سلوک کرو اور پرمیزگاری کرو تو تم جو کچھ کر رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ پوری طرح خبردار ہے﴾۔ النساء (128)۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ :

ام المؤمنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خدشہ ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دے دیں گے، تو انہوں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ طلاق مت دیں اور اپنے نکاح میں ہی رکھیں، اور میری باری کا دن آپ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی :

﴿دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، اور صلح بہت بہتر چیز ہے﴾۔

اس لیے جس پر دونوں خاوند اور بیوی صلح کریں وہ جائز ہے"

سنن ترمذی حدیث نمبر (3040) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس آیت کی تفسیر یہی کی ہے:

امام بخاری اور مسلم نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس طرح کی حالت کے بارہ میں ہی نازل ہوئی ہے:

ان کا بیان ہے:

اور اگر عورت کو اپنے خاوند کی بد دماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو۔

یہ وہ عورت ہے جو اسے طلاق دینا چاہتا ہو اور اسے چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے شادی کرنا چاہے تو یہ عورت اسے کہے: تم مجھے رکھو اور طلاق مت دو، اور میرے علاوہ کسی اور عورت سے بھی شادی کرو، تم نہ تو مجھے نان و لفظہ دو اور نہ ہی میری باری تقسیم کرو۔

تو اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان ہے:

ان دونوں پر صلح کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اور صلح کرنا بہتر ہے۔

صحیح بخاری حدیث نمبر (4910) صحیح مسلم حدیث نمبر (3021).

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جب عورت کو اپنے خاوند سے خدشہ ہو کہ وہ اس سے بھاگ رہا ہے یا پھر اسے طلاق دے گا تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنا سارا یا کچھ حق ختم کر دے یعنی نان و لفظہ یا باس یا بیت وغیرہ حقق میں سے کسی حق سے دستبردار ہو جائے، اور خاوند کو اسے قبول کرتے ہوئے اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہیے، اس میں عورت پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنا حق خاوند کو دے دے، اور نہ ہی خاوند پر کوئی اسے قبول کرنے میں کوئی گناہ ہو گا۔

اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

[(دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں۔)]

اور اس کے بعد پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

[(اور صلح بہت بہتر چیز ہے۔)]

یعنی علیحدگی اور طلاق سے صلح بہتر ہے "انتی

دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (426/2).

یہ صلح زوجت کی حالت میں ہوئی چاہیے، رہایہ مسئلہ کہ یوں کو طلاق دے کر بعد میں اس سے اس شرط پر رجوع کرنا کہ اگر دوسری شادی کر لی تو تم اپنا حق بیت چھوڑ دو گی۔  
مذاہب اربعہ کے جمصور علماء کرام کے ہاں اس طرح رجوع کرنا صحیح نہیں ہو گا کہ اسے شرط پر معلن کر کے رجوع کیا جائے۔

لیکن بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اگر شرط پیش کرنے میں خاوند کو کوئی صحیح غرض اور مقصد ہو تو پھر مشروط رجوع کرنا صحیح ہو گا۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: تبیین المحتاج (4/132) اور حاشیۃ الدسوی (2/420) اور المعنی ابن قدامة (5/405) اور الموسوعۃ الفقہیۃ (22/108) اور الشرح الممتع (13/190)۔

اس بنابر احتیاط یہی ہے کہ آپ بغیر کسی شرط پر یوں سے رجوع کریں، اور پھر بعد میں اسے طلاق یا اپنے حق بیت اور وطن کی دستبرداری میں اختیار دے دیں۔

دوم:

جمصور علماء کرام کے ہاں رجوع کرنے میں گواہ بنانا مستحب ہے واجب نہیں۔

مزید آپ الموسوعۃ الفقہیۃ (22/113) کا مطالعہ کریں۔

اس مسئلہ میں نظریہ کے اعتبار سے مندرجہ بالا فیصلہ ہے لیکن عملی طور پر ہم آپ سے یہی کہیں گے کہ آپ دونوں صلح کرنے کی کوشش کریں، اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ اکٹھے رہیں اور حتی الامکان ایک دوسرے سے درگزر کرنے کی کوشش کریں، تاکہ بغیر اختلافات و مشکلات کے ایک نیز نیزگی شروع کر سکیں۔

پھر اگر عورت چھوٹی عمر کی ہو تو اس کے لیے بیت اور وطن کے حق سے دستبردار ہونے کی شرط رکھنا صحیح نہیں ہو گا کیونکہ اسے تو عفت و عصمت درکار ہے اور اس کے لیے اس کا حق بیت اور وطن ضروری ادا کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ایسا جوش والا معاملہ ہے جس کا کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا۔

ایک نوجوان عورت کے لیے اس طرح کی شرط بہت مشکل ہو گی، اور ہو سکتا ہے اس کا انجمام بھی اچھا نہ ہو، اور اس کا سبب بھی خود خاوند بن جائے۔

اس لیے ہماری تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ آپ اس سلسلہ میں اپنی یوں کے سے بڑے تحمل مزاج کے ساتھ بات چیت کریں، اور اختلافات کو جلا کر ختم کریں تاکہ آپ کے مابین محبت و مودت اور الافت قائم ہو اور آپ کی ازدواجی زندگی بہتر طریقہ سے برس ہو سکے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ آپ دونوں کو خیر و بھلائی پر جمع فرمائے۔

واللہ اعلم۔